

تفسير احمد

سورة البروج

Ketabton.com

جزء - 30

سوره «البروج» کا تفسیر و ترجمہ

تصنيف: امين الدين « سعیدی - سعيد افغانى »

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة البروج

پارہ (30)

یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی ہے یہ بائیس (22) آیتوں پر مشتمل ہے۔

وجہ تسمیہ:

برجوں والے آسمان پر رب تعالیٰ کی قسم کھانے کی وجہ سے اس کام نام بروج رکھا گیا، اسی طرح بعض تفاسیر میں اس سورت کے نام: "البروج" اور "وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ" بھی ہیں، اس سورت کا آغاز تشدد اور ظلم و جبر کرنے والے گروہ کے جرائم کے ذکر سے کیا گیا ہے، جو ایک گہری خندق اور کھڈا کھودتے، اور اس میں بڑی آگ جلاتے، اور مؤمنوں کو اس بڑی خوفناک آگ میں جلانے کی دھمکی دیتے تھے، اور جو ایمان لانے سے باز نہیں آتا اس کو آگ میں ڈال دیتے، عظیم رب بھی ان سے جہنم کی شدید آگ کا وعدہ کرتا ہے، جس کا موازنہ اس دنیا کی آگ سے نہیں کیا جاسکتا۔

سورة البروج کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد:

سورة البروج مکی سورتوں میں سے ہے، اس کا ایک (1) رکوع، پچیس (25) آیتیں، ایک سونو (109) الفاظ، چار سو چوہتر (474) حروف، اور دو سو چار (204) نقطے ہیں۔

(اس بات کا ذکر کرنا لازم ہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد گننے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورة البروج کا سورة الانشقاق سے ربط و مناسبت:

الف: دونوں سورتیں "السَّمَاءِ" پر قسم سے شروع ہوتی ہیں۔

ب: دونوں سورتیں مؤمنوں کو اچھائی کا وعدہ دیتی ہیں، کفار کو عذاب الہی سے ڈراتی ہیں، اور دونوں میں قرآن کریم کی شان و عظمت پر بحث کی گئی ہے۔

ج: پچھلی سورت کہتی ہے: خدا تمام مشرکوں کے دلوں سے واقف ہے کہ وہ پیغمبر اور مؤمنوں سے بغض اور دشمنی رکھتے ہیں، اور انہیں مسلسل ذہنی اور جسمانی اذیت دیتے ہیں، اور وہ چالوں، حیلہ اور جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں، چنانچہ سورۃ البروج بتاتی ہے کہ پچھلی نسلوں کی کافر قوموں کا بھی یہی حال تھا۔

سورۃ البروج کی فضیلت:

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں سورہ "بروج" اور "والسّماء والطارق" کی تلاوت فرماتے تھے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس سورہ کے نزول کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اور پیروکاروں کو کفار کی اذیت اور تکلیف پہنچانے کے خلاف تسلی دینا ہے، اس حقیقت کو بیان کرنا ہے کہ پچھلی امتوں کے کافر بھی اہل مکہ کی طرح الہی دعوتوں کے خلاف لڑنے والے اور حق کو جھٹلانے میں یکساں تھے: یمن میں اصحاب اخدود کی طرح، فرعون، قوم ثمود وغیرہ۔

لیکن رب تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا، کیونکہ وہ خدا عزوجل کے قبضہ قدرت میں تھے، تو اسی طرح وہ اسلام کے دشمنوں اور متحارب منکروں سے انتقام لے گا، اس لئے کہ وہ بھی اس اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

سورۃ البروج کے نزول کا وقت:

سورۃ بروج کا عمومی موضوع خود وضاحت کرتا ہے کہ یہ سورت مکہ معظمہ کے اس دور میں نازل ہوئی ہے، جس وقت مسلمانوں کے خلاف شدید ظلم و ستم جاری تھا، اور کفار مسلمانوں کو بدترین اذیتیں دے کر ایمان اور اسلام کی راہ سے روکنے کی کوشش کرتے تھے۔

سورۃ البروج کا سبب نزول:

اس سورت کا سبب نزول جو کہ اصحاب اخدود کے گرد گھومتی ہے مختصراً یہ تھا: کہ کفار یہود کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ جس کا نام زرعہ بن تیان

أسعد حمیری تھا ، اور نونواس سے مشہور و معروف تھا، کو خبر ملی کہ اس کے رعایا دین یہودیت کو چھوڑ کر دین اسلام یا نصرانیت پر ایمان لائی ہے، پھر قبیلہ حمیر سے ایک لشکر لیکر ان کے پاس گیا، اور انہیں گرفتار کر لیا، کہ یا تو یہودی بنے یا پھر آگ میں جلائے جائیں گے، ان کو اختیار دیا، لیکن مؤمنوں نے آگ کو چُن لیا، پھر آگ کے گڑھے کھودے گئے اور ان میں آگ بھڑکا کر مؤمنوں سے کہا: تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھر جائے اسے رہا کر دینگے، اور جو اپنا دین نہ چھوڑے اسے اس آگ میں ڈال دینگے، وہ مؤمنین صابر اور ثابت قدم رہے بلاخر انہیں آگ میں ڈالا گیا، جب کہ وہ ظالم بادشاہ اس منظر کا نظارہ کر رہا تھا، منقول ہے کہ ان مؤمنین میں سے بارہ (12)، بیس (20) یا ستر (70) ہزار افراد شہید کیے گئے، کہتے ہیں کہ نونواس قبیلہ حمیر کا آخری بادشاہ ابن کثیر کے قول کے مطابق مشرک تھا۔

سورہ بروج سے متعلق معلومات:

یہ سورت مکی سورتوں میں سے ایک ہے جو اسلامی عقیدے پر بحث کرتی ہے، اس سورت کا عمومی مواد دشمنوں کے مقابلے میں مؤمنوں کی حوصلہ افزائی، اور انہیں ثابت قدم رہنے اور مزاحمت کرنے کی ترغیب دینا ہے۔

اس سورت کی بحث کا محور اخدود کے مؤمنوں کا قصہ ہے، جو بہادری، ایثار اور قربانی کی واضح مثال ہے، "اصحاب اخدود" وہ لوگ ہیں جنہوں نے خندق میں اور گڑھے کھودے اور ان میں بہت بڑی آگ جلائی، اور مؤمنوں کو آگ سے اذیت دینے کی دھمکی دی، اور بہت سے مومنوں کو آگ میں جلایا لیکن وہ ایمان سے پیچھے نہیں ہٹے، سورت کی شروع میں آسمان کی قسم کھائی گئی ہے، جس میں حیرت انگیز ستارے اور ان کے بڑے بڑے مدار ہیں، جن میں افلاک تیرتے ہیں۔

اور مشہود کے عظیم دن یعنی روز قیامت پر قسم کھائی گئی ہے، پیغمبروں اور مخلوقات پر قسم کھائی گئی ہے کہ مجرمین نیست و نابود اور جڑ سے ختم ہو جائیں گے، وہ مجرمین جو دین چھڑانے کے لیے مؤمنوں کو آگ میں ڈال دیتے تھے۔

"وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ۝ وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ ۝" اس کے بعد اس سورت میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ رب تعالیٰ اپنے دشمنوں سے انتقام لے سکتا ہے، ان مجرموں سے جو خدا کے بندوں اور دوستوں کو تکلیفیں دیتے ہیں۔

"إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ" ١٢ ○ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِيهِ وَيُعِيدُهُ ١٣ ○ وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ١٤ ○ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ١٥ ○
سورت کے اختتام میں ظالم فرعون کا واقعہ اور ان آزمائشوں اور آفات کا ذکر ہے جو فرعون اور اس کی قوم پر سرکشی اور بغاوت و طغیان کی وجہ سے آئی تھیں: "هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ١٤ ○ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ١٣ ○ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ١٥ ○ وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ ٢٠ ○ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ ٢١ ○ فِي نَوْحٍ مَحْفُوظٍ ٢٢ ○" یہ ایک عمدہ اختتام ہے جو سورت کے موضوع سے مکمل مناسبت رکھتا ہے۔

اصحاب اخدود:

محدثین اور اہل سیر نے اصحاب اخدود کا واقعہ مختلف روایات کے ساتھ لکھا اور نقل کیا ہے، اس واقعے کا خلاصہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے جس میں اس سورہ کے نزول کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔

سیرت لکھنے والے لکھتے ہیں: ابن عباسؓ کی ایک روایت کے مطابق "یمن میں بادشاہ یوسف ذونواس" کے دور بادشاہت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت سے تقریباً "70" سال پہلے ایک کابن، اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک ماہر جادوگر رہتا تھا۔

اہل سیر لکھتے ہیں کہ: یہ ماہر جادوگر شدید بیمار ہو گیا تو یہ "یوسف ذونواس" کے پاس گیا، اور اس سے عرض کی کہ میں ایک لاعلاج اور شدید قسم کی بیماری میں مبتلا ہوا ہوں، میری موت کا وقت قریب آچکا ہے، لہذا مہربانی فرما کر ایک ایسا نوجوان میرے حوالے کر دیں کہ میں اسے جادو سکھا دوں، بادشاہ نے اپنے درباریوں کو حکم دیا کہ ایک ہوشیار اور ذہین نوجوان تلاش کر کے ساحر کی خدمت میں دیدو، درباریوں کو مطلوبہ نوجوان مل گیا اور اسے جادوگر کے حوالے کر دیا: مؤرخین نے اپنی روایت میں اس نوجوان کا تعارف "عبد اللہ بن تامر" کے نام سے کیا ہے، جادوگر کے حکم کے مطابق یہ نوجوان ہر روز سحر اور جادو کی تربیت کے لیے شاہی محل جایا کرتا تھا، ایک دن راستے میں ایک راہب اور مسیحی عالم (اس زمانے میں مسیحی دین حق تھا) کے وعظ و نصیحت سے واسطہ پڑا، یہ نوجوان راہب کے وعظ و نصیحت سننے کے بعد اللہ کے دین کی حقیقت جان گیا، بالآخر مسلمان ہو گیا، اللہ نے اسے ایسا کامل اور مضبوط ایمان عطا فرمایا کہ اس نے ایمان کی خاطر لوگوں کی اذیتیں برداشت کیں، نوجوان (عبد اللہ بن تامر) اس دن کے بعد وہ روزانہ اس عابد و عالم کے

حلقہ و عظم و نصیحت میں اس کے معبد جایا کرتا تھا، اور اس روحانی عالم کے ساتھ طویل عرصے تک رہنے اور ان کے مفید و عظم و نصیحت سے فائدہ اٹھانے میں دلچسپی رکھتا تھا، رب تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا، چنانچہ اکثر ایسا ہوتا کہ جادوگر کے پاس جانے میں اسے تاخیر ہوجاتی، کیونکہ وہ کافی دیر تک راہب کے پاس رہتا، ساحر اسے سزا دیتا یہاں تک کہ اسے مارتا اور پیٹتا، نوجوان نے عیسائی راہب سے شکایت کی، اور اسے شاہی دربار کے جادوگر کے ہاتھوں مار پیٹ کے بارے میں بتایا، راہب نے اس نوجوان سے کہا: میرے بیٹے! جب جادوگر پوچھے کہ تم نے دیر کیوں کی تو کہو کہ کچھ لوگوں نے مجھے روکا تھا، اور جب گھر والے پوچھیں کہ کیوں دیر سے گھر آتے ہو تو کہو: جادوگر نے مجھے روکا تھا۔

نوجوان اسی آمد و رفت میں مصروف تھا کہ ایک دن دیکھا کہ ایک بہت بڑا اور خوفناک شیر لوگوں کا راستہ روکے ہوئے تھا، اور لوگوں کو تباہ کرنا چاہتا تھا، نوجوان نے کہا میں آج معلوم کرتا ہوں کہ راہب کا عظم و نصیحت حق پر ہے یا جادوگر کا کام، پھر نوجوان نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا: "یا اللہ" اگر آپ کے نزدیک راہب کا کام زیادہ مقبول ہے تو اس پتھر سے اس شیر کو ہلاک کر دے، اور اسے شیر کے سر پر مارا اور اسے قتل کر دیا، لوگوں کو اس درندہ شیر کے شر سے نجات دلادی، نوجوان نے اس واقعے کی اطلاع راہب کو دی، راہب نے اس نوجوان سے کہا: میرے بیٹے! تم بہت جلد پکڑے جاؤ گے، اور جب گرفتار ہو جاؤ تو میری خواہش ہے کہ میرے بارے میں ان کو کچھ نہ بتانا، اس نوجوان نے اس کے بعد سے بیماریوں کا علاج کرنا شروع کر دیا، اور کوڑھی، اور برص جیسے بیماریوں کا علاج کیا جس سے وہ شفا یاب ہو گئے۔

(جزام ایک خطرناک بیماری ہے جو عام طور پر *mycobacterium leprae* نامی جراثیم کی وجہ سے ہوتی ہے، اس بیماری کی واضح علامات ہوتی ہیں جن کے سب سے زیادہ اثرات جسم کے اعصابی حصوں اور بیمار شخص کے جلد کے حصوں پر دیکھے جاتے ہیں)۔

ایک دن بادشاہ سے وابستہ ایک شخص جو کہ نابینا تھا اس نوجوان کے پاس گیا اور اس سے تقاضہ کیا کہ اس کی آنکھیں ٹھیک کر دے، نوجوان نے کہا: میں کسی کو شفاء نہیں دے سکتا، بلکہ وہ عظیم رب ہے جو شفاء دینے والا اور بخشنے والا ہے، اگر تو اللہ پر ایمان لاتا ہے تو میں اللہ سے دعا کروں گا کہ تیری بینائی واپس کر دے، اور میں اس معاملے میں اپنے رب سے دعا مانگوں

گا، وہ نابینا آدمی یہ بات سن کر ایمان لایا، تو نوجوان نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے اسے شفا عطا کر، جب یہ شخص شفایاب ہو کر صحیح آنکھوں کے ساتھ بادشاہ یوسف دنواس کے دربار میں حاضر ہوا، اور اپنی آنکھوں کی شفایابی کا ماجرا بادشاہ کے حضور بیان کیا، بادشاہ نے اس شخص سے پوچھا کہ تجھے کس نے شفا دی؟ اس شخص نے کہا: میرے رب نے۔

بادشاہ نے کہا: میں نے۔

شخص نے کہا: نہیں میرے اور تیرے رب نے۔

بادشاہ نے کہا کیا میرے علاوہ بھی تیرا کوئی خدا ہے؟

اس شخص نے کہا: جی ہاں میرا پروردگار اور تیرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے، بادشاہ نے اپنے ماتحتوں کو اسے گرفتار کرنے اور سزا دینے کا حکم صاور کر دیا، کافی تشدد اور سزا کے بعد اس شخص نے نوجوان کے بارے میں بتادیا جس کی دعا سے شفایاب ہوا تھا، بادشاہ نے اس نوجوان کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا اور اسے بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا گیا، نوجوان سے بادشاہ نے پوچھا کہ: تو ہے جو جزام اور برص کی بیماریوں کو شفا دیتا ہے؟

نوجوان نے کہا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا، بلکہ میرا رب شفاء دیتا ہے۔

بادشاہ نے کہا: کیا میرے علاوہ تیرا کوئی اور رب ہے؟

نوجوان نے کہا: جی ہاں میرا اور تیرا رب۔

پھر بادشاہ نے اسے پولیس کے حوالے کیا پولیس نے اس پر تشدد کیا کہ پہلے معلّم کا پتہ بتا دے، نوجوان پر حد سے زیادہ تشدد کیا یہاں تک کہ اس نے راہب کے بارے میں بتادیا، شاہی دربار کے غنڈوں (اہلکاروں) نے راہب کو گرفتار کر کے اس پر ایسا غیر انسانی تشدد کیا کہ اس کا سر بھی آرے سے کاٹ دیا اور جسم کو دو ٹکڑے کر دیا، اور نوجوان سے کہا گیا کہ اپنے دین سے پلٹ جاؤ، نہیں تو ایسے ہی تشدد کا سامنا کرنا پڑے گا، نوجوان نے تسلیم ہونے اور اپنا راستہ چھوڑنے سے انکار کر دیا، بادشاہ نے حکم دیا کہ کچھ لوگ اسے پکڑ کر فلاں پہاڑی پر لے جائیں، اگر اپنے دین سے پھر جائے تو اسے آزاد کر دیں، اگر اپنا دین نہ چھوڑے تو اسے پہاڑی کے اوپر سے ایک گہری وادی میں پھینک دیں۔

اہل سیر مزید لکھتے ہیں کہ: مقررہ وقت آہنچا، درباری محافظ نوجوان کو پکڑ کر پہاڑی پر لے گئے، جب نوجوان پہاڑی کی چھوٹی پر پہنچا تو دست بہ دعا

ہوا: اے پروردگار! مجھے ان کے شر سے نجات دے، کہتے ہیں کہ اس دعا کے ساتھ پہاڑ لرزنے لگا، اور تمام محافظین درّے کی گہرائی میں پھینک دیے گئے اور ہلاک ہو گئے، اور نوجوان صحیح سلامت بادشاہ کے دربار میں پہنچا اور بادشاہ سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے سارے محافظوں کو ہلاک کر دیا، بادشاہ نے دوسری بار اپنے محافظوں کو حکم دیا کہ اس کو پکڑ کر سمندر کی تیز موجوں کے درمیان غرق کر دو، بادشاہ کے محافظ نوجوان کو ایک کشتی میں بٹھا کر سمندر کی گہرائی کی طرف روانہ ہو گئے، محافظین نے جب نوجوان کو سمندر کے بیچ میں پھینکنا چاہا تو نوجوان نے پھر دعا کی: اللہ مجھے ان ظالموں کے شر سے نجات دے، اسی دوران کشتی سمیت تمام شر پسند ڈوب گئے، اور وہ نوجوان صحیح سلامت بادشاہ کے پاس آگیا، بادشاہ نے پوچھا محافظوں کا کیا بنا؟ تو اس نوجوان نے کہا کہ میرے رب نے اُن سب کو سمندر میں غرق کر کے ہلاک کر دیا، اور پھر نوجوان نے بادشاہ کی طرف پلٹ کر کہا: تم مجھے قتل نہیں کر سکو گے یہاں تک کہ جو کچھ میں کہوں گا اس پر عمل نہ کر لو۔

بادشاہ نے کہا کیا کروں، نوجوان نے کہا: لوگوں کو اکھٹا کرو، اور مجھے کھجور کے تنے سے باندھو، پھر میرے تیر کش میں سے ایک تیر نکالو اور کمان میں ڈالو اور کہدو: اس نوجوان کے پروردگار اور خدا کے نام پر، پھر کمان کو کھینچو اور تیر مجھے مارو تو میں مرجاؤں گا، یہ بات سننے کے بعد بادشاہ نے لوگوں کو جمع کیا اور نوجوان کو درخت سے باندھ دیا، اور اس کے تیر کش میں سے ایک تیر نکال کر کمان میں ڈالی اور کہا: اس نوجوان کے "اللہ کے نام پر" اور تیر چھوڑ دیا تیر کمان سے نکل کر اس کی پیشانی پر جا لگا، اس طرح اس مؤمن نوجوان کو شہادت کا درجہ نصیب ہوا، اور حاضرین کو ایمان، موقع پر موجود تمام لوگ یک صدا ہو کر پکارنے لگے "ہم اس نوجوان کے رب پر ایمان لے آئے" بادشاہ کے ساتھی اور اس کے محافظین یہ منظر دیکھ کر بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: دیکھا جس چیز کا تجھے ڈر تھا وہی ہوا، تمام لوگ اس جہاں کے خدا پر ایمان لے آئے۔

اس صورت حال پر بادشاہ کو غصہ آیا اور انہیں حکم دیا کہ گہری کھائیاں کھود کر ان میں آگ جلا دو، ہر وہ شخص جو اس نوجوان کا دین چھوڑ دے اسے آزاد کیا جائے اور جو بھی اس نوجوان کے دین کا معتقد و مؤید ہو اسے ان خندقوں اور آگ کے گڑھوں میں جلا دیں، اس دوران مؤمنین کی بڑی تعداد آگ میں جلا دی گئی (مؤرخین نے اس آگ کا شکار ہونے والوں کی تعداد 12 سے 20 کے لگ بھگ کا بتائی ہے)۔

سیرت نگار مزید لکھتے ہیں کہ: اس دن رب نے مؤمنین کو ایسی طاقت اور استقامت بخشی کہ ان میں سے کوئی بھی اپنے ایمان کو چھوڑنے پر راضی نہ ہوا اور آگ کے گڑھوں میں گرنا قبول کیا، لیکن اپنے دین اور عقیدے سے انکار نہیں کیا، کہتے ہیں کہ ایک خاتون کی گود میں بچہ تھا، جس کی وجہ سے اس عورت نے اس آگ میں جانے سے انکار کر دیا، تو گود والے بچے نے اس سے کہا: امی جان! صبر کرو کیونکہ تو حق پر ہے۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ: محمد بن اسحاق سے روایت ہے: حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں ضرورت کے پیش نظر جس جگہ عبداللہ بن تامر دفن کیا گیا تھا کھدائی ہوئی، وہاں سے عبداللہ بن تامر کا جسد صحیح سلامت باہر نکلا، اسے غسل دیے بغیر ہی دفن کر دیا گیا تھا، اور اس کا ہاتھ اس زخم پر رکھا تھا جہاں تیر لگا تھا، وہاں موجود افراد میں سے ایک نے اس کا ہاتھ ہٹایا تو اس سے خون بہنے لگا، پھر ہاتھ کو دوبارہ اس جگہ پر رکھا تو خون بند ہو گیا، اس کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جس پر "اللہ ربی" کا لفظ کندہ تھا۔

والی یمن نے اس واقعے سے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی، حضرت عمرؓ نے جواب میں کہا اس کو اسی حالت میں انگوٹھی سمیت دوبارہ دفن کیا جائے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں اہل ایمان کو آگ کے گڑھے میں جلانے کے واقعات ایک نہیں تھے، بلکہ ایسے دو یا تین اور واقعات دوسرے علاقوں میں بھی رونما ہوئے ہیں، ان میں سے ایک واقعہ یمن میں (جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ستر سال پہلے کا ہے) ہوا جس کو قرآن کریم کی اس سورت میں بیان کیا گیا ہے وہ ملک یمن میں خندق نجران ہے۔

اس واقعے کو بیان کرنے کا عمومی مقصد:

اس واقعے کا عمومی اور حتمی مقصد یوں بیان ہو سکتا ہے کہ:

- 1 - ان مؤمنین کی پہچان جو دوسروں کے عذاب اور ایذا رسانی کے مقابلے میں صبر اختیار کرنے والے ہیں۔
- 2 - کافروں کو ڈرانا اور دھمکانا، تاکہ وہ جان لیں کہ ان کے ظلم کے بعد انہیں کس طرح کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

سورة البروج

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝۱ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ۝۲ وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ ۝۳ قَتِيلٍ أَصْحَابِ الْأُخْدُودِ ۝۴ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ ۝۵ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝۶ وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۝۷ وَمَا نَقَبُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝۸ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝۹ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝۱۰ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝۱۱ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۝۱۲ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۝۱۳ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝۱۴ إِنَّهُ هُوَ يُبَدِّلُ وَيُبَدِّلُ ۝۱۵ وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ۝۱۶ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝۱۷ فَعَالٌ لِمَآ يُرِيدُ ۝۱۸ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ۝۱۹ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ۝۲۰ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۝۲۱ وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ ۝۲۲ هُوَ قَرِآنٌ مَجِيدٌ ۝۲۳ فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ ۝۲۴

سورت کا لفظی ترجمہ

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝۱	برجوں والے آسمان کی قسم (1)
وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ۝۲	اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے (2)
وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ ۝۳	بر شاہد اور مشہود پر (3)
قَتِيلٍ أَصْحَابِ الْأُخْدُودِ ۝۴	کہ خندقوں کے (کھودنے) والے ہلاک کر دیئے گئے (4)
النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ ۝۵	آگ سے بھری ہوئی خندقیں بھر پور ایندھن والی (5)
إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝۶	جبکہ وہ ان (کے کناروں) پر بیٹھے ہوئے تھے (6)

اور وہ لوگ جو کچھ مؤمنوں کے ساتھ کر رہے تھے اسے دیکھ رہے تھے (7)	وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۝
ان کو مؤمنوں کی یہی بات بُری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے جو غالب اور قابل ستائش ہے (8)	وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝٨
وہی جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے، اور خدا ہر چیز سے واقف ہے (9)	الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝٩
بیشک جن لوگوں نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں پر تشدد کیا، پھر انہوں نے توبہ نہیں کی ان کے لیے دوزخ کا عذاب اور جلنے کا عذاب ہے (10)	إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝١٠
بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، ان کے لیے باغات ہیں جن کے قصروں کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، یہ بے بڑی کامیابی (11)	إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنَّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۝ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۝١١
بیشک تمہارے پروردگار کی پکڑ بڑی سخت ہے (12)	إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝١٢
وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ (زندہ) کریگا (13)	إِنَّهُ هُوَ يُبْدِيهِ وَيُعِيدُهُ ۝١٣
اور وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے (14)	وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ۝١٤
عرش کا مالک بڑی شان والا (15)	ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝١٥
جو چاہتا ہے کر دیتا ہے (16)	فَعَالٌ لِّبَآئِرٍ ۝١٦

بھلا تم کو لشکروں کا حال معلوم ہوا ہے (17)	هَلْ اَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ۱۷۰
(یعنی) فرعون اور ثمود کا (18)	فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ۱۸۰
لیکن کافر (جان بوجھ کر) تکذیب میں (گرفتار) ہیں (19)	بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۱۹۰
اور خدا (بھی) ان کو گردا گرد سے گھیرے ہوئے ہے (20)	وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ ۲۰۰
(یہ کتاب ہزل و بطلان نہیں) بلکہ یہ قرآن عظیم الشان ہے (21)	بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۲۱۰
لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) (22)	فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۲۲۰

مختصر تفسیر

محترم قارئین:

آیات مبارکہ (1 تا 11) میں اصحاب اخدود اور جزاء و سزاء جیسے موضوعات سے متعلق بحث کی گئی ہے۔

لغات اور اصطلاحات کی تشریح:

"ذَاتِ الْبُرُوجِ" برجوں والے، ستاروں اور کہکشاؤں کا برج، یا بارہ مشہور برج ہیں، جن میں سے ہر ایک زمین کی مخلوقات سے مشابہت رکھتا ہے، ان میں سے چھ خطِ استواء کے شمال میں واقع ہیں: حمل، ثور، جوزاء، سرطان، آسد، سنبلہ، (بہار اور گرمی کا موسم) اور خطِ استواء کے جنوب میں دوسرے چھ: میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت (خزاں اور جاڑے کا موسم)۔

کہا جاتا ہے کہ: سورج تین مہینوں میں پہلے تین شمالی برجوں سے گزرتا ہے، جو کہ بہار کا موسم ہے، اور اگلے تین مہینوں میں دوسرے تین برجوں سے گزرتا ہے جو کہ موسم گرما ہے، اس کے علاوہ پہلے تین جنوبی برجوں سے

تین مہینوں میں گزرتا ہے جو کہ خزاں کا موسم ہے، اور دوسرے تین جنوبی
برجوں سے دوسرے تین مہینوں میں سفر کرتا ہے جو کہ سردیوں کا موسم ہے۔

لیکن چاند ان میں سے ہر ایک برج کو دو یا تین دن میں طے کر لیتا ہے اس
لیے چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں، جبکہ دو راتوں تک چھپا رہتا ہے۔

عربی زبان میں "بروج" کا دوسرا معنی: قصور: قصر کی جمع ہے۔

"الْيَوْمِ الْمَوْعُودِ" روزِ قیامت -

"شَاهِدٍ" گواہ، گواہی دینے والا -

"مَشْهُودٍ" گواہی کا سبب، جو گواہی دیدی گئی ہو، واقع شدہ، گواہی کا سبب بنا
ہو۔

"قُتِلَ" قتل ہو، نفرت ہو، نیست و نابود ہو۔

"أَصْحَابِ الْأُخْدُودِ" خندقوں کی آگ کے مالکان، انسانوں کو جلانے والے بھٹی کے
مالکان، اذیت دینے والے، گڑھے اور خندقوں والے۔

"أُخْدُودٍ" بڑا گڑھا اور خندق، ایک بڑی مستطیل کھائی، اس کی جمع "أخاديد"
ہے۔

"ذَاتِ الْوُقُودِ" آگ کے ایندھن کے مالکان۔

"الْوُقُودِ" لکڑی، بھڑکانے والا ایندھن، جس سے آگ جلائی جاتی ہے (وَقُودُهَا
النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ: بقرہ/23)، (أُولَئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ: آل عمران:10)، (وَقُودُهَا النَّاسُ
وَالْحِجَارَةُ: تحریم:6)

"قُعُودٌ" قاعد کی جمع، بیٹھے ہوئے۔

"شُهُودٌ" شاہد کی جمع، گواہ، آتش زنی اور جرائم کا نظارہ کرنے والا۔

"وَمَا تَقْتُلُوا" انہوں نے بدلہ نہیں لیا، کوئی عیب نہیں دیکھا، کوئی بُرا کام نہیں دیکھا۔

"الْحَمِيدِ" تعریف کیا گیا، تعریف کے لائق

"فَتَنُوا" ہراساں کیا، اذیتیں دیں، مصیبتوں میں مبتلا کر دیا۔

"الْحَرِيقِ" جلانے والا

"الْفَوْزُ" کامیابی، نجات، فتح۔

سورة البروج کا ترجمہ و تفسیر:

برجوں والے آسمان کی قسم (1)	وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝۱
-----------------------------	----------------------------------

یا اس آسمان کی قسم جو منازل والا ہے، (چاند، سورج، ستارے ان منازل میں مکمل نظم و ضبط کے ساتھ متحرک ہیں) اور اس میں سورج، چاند، ستاروں کے بھی منازل ہیں جو ایک ترتیب کے ساتھ چل رہے ہیں، سورج، چاند اور ستاروں اور نظام شمسی کی حرکت اللہ تعالیٰ کی قدرت، اور رحمت کے کمال اور علم و حکمت کی وسعت کی نشاندہی کرتی ہے۔

مفسرین میں سے کثیر تعداد جیسے: ابن عباس، مجاہد، قتادہ، حسن بصری، ضحاک اور سدی کے نزدیک البروج سے مراد آسمان کے عظیم الشان تارے اور سیارے ہیں (تفہیم القرآن)۔

قرآن کریم سیاروں کو آسمان میں رکے ہوئے ٹھہرے ہوئے نہیں سمجھتا، بلکہ ہر سیارے کو اپنی ذاتی حرکت کے مطابق متحرک سمجھتا ہے جیسا کہ سورہ یس آیت (40) میں ہے کہ "وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ" ۝۴۰ " (اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں) یہاں فلک سے مراد آسمان نہیں، بلکہ ستاروں کے مدار ہیں، جن میں یہ ستارے حرکت کرتے ہیں (مظہری)

اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے (2)	وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ۝۲
--------------------------------	-----------------------------

اس روز موعود پر جو کہ قیامت کا دن ہے، اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو وعدہ دیا ہے کہ اس دن سب کو ایک جگہ جمع کریگا، رب تعالیٰ کا یہ وعدہ ایسا نہیں ہے کہ تبدیل ہو یا اس کے برعکس عمل ہو، آپ چاہیں یا نہ چاہیں ضرور واقع ہوگا، ایک خاص وقت میں وقوع پذیر ہوگا۔

وَشَٰهِدٍ وَمَشْهُودٍ ۝	ہر شاہد اور مشہود پر (3)
-------------------------	--------------------------

یہ ہر اس بندے کی حالت کو شامل ہوگا جو اس صفت سے متصف ہو، یعنی: دیکھنے والا اور جو کچھ دیکھا جاتا ہے، اور حاضر و موجود اور جو حاضر ہوا ہے، جس چیز کو ثابت کرنے کے لیے خدا نے قسم کھائی ہے وہ چیزیں ہیں جو اس قسم پر مشتمل ہیں، اور وہ خدا کی عظیم نشانیاں اور اس کا واضح حکم اور اس کی وسیع رحمت ہے۔

ایک قول کے مطابق: شاہد جمعہ کا دن ہے، ہر عمل کرنے والے کے عمل پر جو اس دن کیا ہے گواہی دیتا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ، فرشتے، پیغمبر اور انبیاء، جسمانی اعضاء (گواہی دینے والے)۔

اور "مشہود" عرفہ کا دن ہے، کہ لوگ اس میں مناسک حج کے گواہ ہیں، اور فرشتے اس میں حاضر ہوتے ہیں یا "مشہود" سے مراد: وہ عجائبات ہیں جو قیامت کے دن لوگ دیکھیں گے (تفسیر انوار القرآن)

یہ بات قابل ذکر ہے کہ: حضرات مفسرین کرام "الشاہد والمشہود" کے متعلق اختلاف رائے رکھتے ہیں، یہاں تک کہ بعض مفسرین نے اس کے بارے میں سولہ (16) اقوال اپنی تفسیر میں بیان کیے ہیں۔

اس طرح ایک اور روایت میں ہے: شاہد یعنی: قیامت کا دن، مشہود: عرفہ کا دن، ایک اور قول ہے: شاہد یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، مشہود یعنی روز قیامت۔

ایک اور قول ہے: "شاہد" یعنی: انسانی اعضاء، "مشہود" یعنی: بنی آدم، صاوی فرماتے ہیں: بہتر یہ ہے کہ اسے عام بیان کیا جائے، کیونکہ یہ نکرہ کی صورت میں بیان کیا گیا ہے تاکہ ہر شاہد اور مشہود کو شامل ہو (صفوة التفاسیر)۔

قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُحُدِ ۝	کہ خندقوں کے (کھودنے) والے ہلاک کر دیئے گئے (4)
------------------------------	---

کہا گیا ہے جس چیز کی قسم کھائی گئی ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ" یعنی: (خندق والے برباد ہو جائیں) خندق والے کافر قوم تھی جس کے ساتھ مؤمنوں کی ایک جماعت رہ رہی تھی، کفار نے چاہا کہ مؤمن اپنے دین سے پھر جائیں اور ان کے دین میں شامل ہو جائیں لیکن مؤمنوں نے کفار کے دین میں شامل ہونے سے انکار کر دیا، تب کفار نے خندقیں کھودی زمین میں اور مسلمانوں کو سزا دینے اور جلانے کی غرض سے اس میں آگ جلائی۔

قرطبی کہتے ہیں: "اخذود" سے مراد ایک بڑا گھڑا اور خندق، ایک بڑی مستظیل کھائی ہے جو زمین میں بنائی جاتی ہے، اس کی جمع "اخاذید" ہے۔
"قُتِلَ" کا معنی: نفرت بھیجنا اور اس پر لعنت بھیجنا ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں: قرآن کریم میں جس جگہ لفظ "قُتِلَ" آیا ہو وہ لعنت کے معنی میں ہے۔ (تفسیر قرطبی)

النَّارِ ذَاتِ الْوُقُودِ ۝	آگ سے بھری ہوئی خندقیں بھر پور ایندھن والی (5)
-----------------------------	--

"النَّارِ" نحویوں کی اصطلاح میں "اخذود" سے بدل ہے، یعنی: "قُتِلَ أَصْحَابُ النَّارِ ذَاتِ الْوُقُودِ" یعنی ہلاک ہو جائیں وہ لوگ جو آگ بھڑکانے والے ہیں، "ذَاتِ الْوُقُودِ" یعنی: ایندھن کے مالک، کیونکہ یہ ایندھن ہے جو شعلے کو بھڑکاتا اور متحرک کرتا ہے، وہ آگ جو مسلسل شعلہ ور ہوتی ہے، بجھتی نہیں اس سے لگاتار شعلے بلند ہوتے ہیں۔

ابوسعود کہتے ہیں: اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک بڑی اور بھڑکتی ہوئی آگ تھی، اور لکڑی کی کافی مقدار اس کا ایندھن فراہم کرتی تھی (ابوسعود: 202/5)

إِذْهُمْ عَلَيْهَا قُودٌ ۝	جبکہ وہ ان (کے کناروں) پر بیٹھے ہوئے تھے (6)
----------------------------	--

یعنی: جب کافر خندق کے کنارے پر بے فکر بیٹھے مؤمنین کو زندہ جلتے ہوئے اور اذیتوں میں دیکھ رہے تھے، اور وہ اس سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

یاد رکھیں: گناہ کا مرتکب ہونا ایک مسئلہ ہے، اور سنگدلی اور بے رحمی اور خوشی سے اس کا نظارہ کرنا ایک اور مسئلہ ہے، اہل ایمان پر ظلم و ستم دیکھنے والے ظالموں کو معلوم ہونا چاہئیے کہ: اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

اور وہ لوگ جو کچھ مؤمنوں کے ساتھ کر رہے تھے اسے دیکھ رہے تھے (7)	وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۝
--	--

یعنی: جو ظلم و ستم وہ مسلمانوں پر روا رکھے ہوئے تھے جیسے اسلام سے ارتداد، انہیں آگ میں پھینکتا دیکھ رہے تھے، یعنی انہوں نے ان اذیتوں کا مشاہدہ کیا جو اہل ایمان پر ڈھارہے تھے اور اپنے ان اعمال سے وہ لذت محسوس کر رہے تھے، اور یہ کہ ظالم نفسیاتی طور پر ایسا سنگدل ہوتا ہے کہ وہ کسی کو عذاب اور اذیت میں دیکھ کر خوشی محسوس کرتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ کافر کی منطق دھمکی اور انتقام ہے۔

آیت مبارکہ کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے نزدیک ایمان لانا سب سے بڑا جرم ہے، اور وہ لوگ ایمان سے دست بردار ہونے کے علاوہ کسی اور چیز پر راضی نہیں ہوتے لیکن کافروں کو معلوم ہونا چاہئیے کہ مؤمنین کا مددگار رب تعالیٰ ہے جو کہ انتقام لینے کی قدرت رکھتا ہے۔

ان کو مؤمنوں کی یہی بات بُری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے جو غالب اور قابل ستائش ہے (8)	وَمَا نَقْبُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝
--	--

یعنی: مؤمنوں میں اللہ تعالیٰ پر ایمان کے علاوہ کوئی بُرائی نہیں دیکھی تھی، ان کے نزدیک مسلمانوں کا اور کوئی جرم و گناہ نہیں تھا، سوائے اس کے کہ رب تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے تھے، اگر ایمان کا مسئلہ ختم ہوتا تو وہ نہ مسلمانوں کو اذیتیں دیتے اور نہ ان پر ظلم کرتے، اس آیت مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان کو آگ میں جلانے کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں تھی کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتے تھے، جبکہ یہ ایسا گناہ نہیں ہے کہ سزا اور تعذیب کا موجب بنے۔

"نَقَبُوا" نعمت کے مادے سے ہے، یعنی کسی چیز کو ناپسندیدہ اور بُرا سمجھنا، چاہے زبان سے ہو یا انکار اور سزا دینے سے۔

"عَزِيزٌ" اسماء الحسنی، قادر، قوی، وہ سختی اور شدت سے بدلہ لیتا ہے، طاقت کا مالک ہے، کسی کا محتاج نہیں (یہ کفار کے لیے دھمکی ہے)۔

"حَمِيدٌ": محمود، اچھی صفات کا مالک، اور مؤمنوں کو ان کے صبر کا بدلہ دیتا ہے، (از اسماء الحسنی) (بشارت مؤمنوں کے لیے)

وہی جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے، اور خدا ہر چیز سے واقف ہے (9)	الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝
--	--

پروردگار ہر چیز پر گواہ اور ہر کام جانتا ہے، وہ ہر چیز سے باخبر ہے اور ہر چھوٹے بڑے کا احاطہ کیے ہوئے ہے، مؤمنوں کے ساتھ کفار نے جو سلوک کیا اس میں سے بھی کوئی کام اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے، یہ خندق اور گڑھے بنانے والوں کے لیے سخت وعید ہے، اور مؤمنوں کے لیے جو اپنے دین کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئے اچھا اور نیک وعدہ ہے۔

ان مبارک آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی وہ صفات اور خصوصیات بیان کی گئی ہیں جن کے مطابق وہی ذات مستحق ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے، اس لیے جب لوگ ان صفات کی روشنی میں رب تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں تو یہ کفار اس کی وجہ سے پریشان اور مشتعل ہو کر ظلم و ستم کرنے لگتے ہیں۔

بیشک جن لوگوں نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں پر تشدد کیا، پھر انہوں نے توبہ نہیں کی ان کے لیے دوزخ کا عذاب اور جلنے کا عذاب ہے (10)	إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝
--	--

یعنی: ان کے لیے ان کے کفر کے عذاب کے علاوہ مزید جلانے والا عذاب ہے مؤمنوں کو جلانے کی وجہ سے۔

حسن بصری فرماتے ہیں: رب تعالیٰ کی بے انتہاء رحمت و مہربانی کی طرف دیکھیں باوجود اس کے کہ ان کفار نے اس کے دوستوں کو قتل کیا، لیکن پھر بھی ان کو توبہ اور مغفرت طلبی کی طرف بلاتا ہے۔

"الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ" مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں، کیونکہ تشدد ہونے والوں میں عورتیں بھی تھیں، ایک مؤمن عورت اپنے بچے کی وجہ سے ایمان سے پھر جانے لگی تھی، لیکن چھوٹا بچہ بولنے لگا اور اپنی ماں سے کہا کہ تو حق پر ہے، چنانچہ وہ ماں اپنے ایمان پر قائم رہی اور اسے جلا دیا گیا۔

"ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا" پھر انہوں نے توبہ نہیں کی باوجود اس کے کہ بدترین تشدد مؤمنوں پر کیا ان کو زندہ آگ میں جلایا، لیکن اگر وہ لوگ توبہ کرتے اور کفر سے پلٹ جاتے تو خدا تعالیٰ ان سب کو بخش دیتا، اور ان کی توبہ قبول فرماتا، سبحان اللہ! ان آیات کے مخاطب قریش ہیں ان کو توبہ کی ترغیب ہے۔

"عَذَابُ جَهَنَّمَ وَعَذَابُ الْحَرِيقِ" حرارت میں جہنم کا جلانے والا عذاب دگنا اور کئی گنا زیادہ ہے دنیا کی آگ سے، اور بڑے موٹے جسم زیادہ عذاب چھکنے کے لیے ہیں۔

یہ اللہ کا قانون ہے جنہوں نے مسلمان مرد اور عورتوں کو ایمان کی وجہ سے ایذائیں دیں اور انہیں ایمان سے پلٹنے پر مجبور کرنے کی کوشش کی، پھر توبہ نہیں کی، دوزخ کا عذاب ان کے لیے ہے، اس لیے کہ انہوں نے بھی اس دنیا کو اہل ایمان کے لیے اذیت اور تشدد سے جہنم بنایا تھا۔

"وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ" عذاب حریق کیوں؟ اس لیے کہ اصحاب اخدود کی بحث تھی، بات یہاں تک پہنچی تھی کہ مؤمن کو ایمان کی وجہ سے زندہ آگ میں پھینک دیتے تھے، چنانچہ ان کی سزا ان کے عمل کی جنس سے ہے، آگ کا عذاب ان کے لیے تیار ہے، دوزخ کا عذاب قیامت سے مربوط ہے، اور جلانے والے عذاب کا تعلق دنیا سے ہے۔

تفہیم القرآن کے مفسر لکھتے ہیں: عذاب سے الگ جلائے جانے کی سزا کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ انہوں نے بھی مظلوم لوگوں کو آگ کے گڑھے میں پھینک کر زندہ جلایا تھا، غالباً یہ جہنم کی عام آگ سے مختلف اور اس سے زیادہ سخت کوئی اور آگ ہوگی جس میں جلائے جائیں گے۔

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، ان کے لیے باغات ہیں جن کے قصروں کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، یہ بے بڑی کامیابی (11)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ
الْكَبِيرُ ۝۱۱

یہ وہی مطلوبہ کامیابی، خوشگوار چیزوں کا حصول، اور وہ تمام اچھی چیزیں حاصل کرنا ہے جو خدا کے فضل سے ہی کسی کے ہاتھ لگتی ہیں۔

یہ مبارک آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ہر وہ شخص جس کو کفر پر مجبور کیا جاتا ہے، اس کے لیے یہی زیادہ مناسب ہے کہ ہر مصیبت اور خطرے کے خلاف ثابت قدم رہے اور زیادہ صبر کو اپنا وتیرہ بنائے اگرچہ اس کے لیے کلمہ کفر کہنے کی اجازت ہے۔

روایت ہے کہ مسیلمہ کذاب نے دو صحابہ رسول کو گرفتار کیا، اور ان میں سے ایک سے کہا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس صحابی نے کہا: جی ہاں! تو مسیلمہ نے اسے رہا کیا، پھر دوسرے صحابی سے ایسا ہی پوچھا: لیکن دوسرے صحابی نے اس کے جواب میں کہا: نہیں میں تیرے متعلق ایسی گواہی نہیں دونگا، بلکہ تو جھوٹے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، تو مسیلمہ کذاب نے اس صحابی کو قتل کر دیا۔

جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: جس شخص کو مسیلمہ نے رہا کیا اس نے رخصت پر عمل کیا، لہذا اس پر کوئی مسئلہ نہیں ہے، لیکن جو شہید کیا گیا، اس نے فضیلت پر عمل کیا، لہذا یہ فضیلت اس کو مبارک ہو (تفسیر انوار القرآن)۔

محترم قارئین:

آنے والی آیات مبارکہ (12 تا 22) میں اس کے بارے میں بحث کی گئی ہے کہ مکمل قدرت کاملہ اور اختیار اللہ کے پاس ہے۔

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝۱۲ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِيهِ وَيُعِيدُهُ ۝۱۳ وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ۝۱۴ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝۱۵
فَعَالَ لِمَا يُرِيدُ ۝۱۶ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ۝۱۷ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ۝۱۸ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۝۱۹
وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ ۝۲۰ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ ۝۲۱ فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ ۝۲۲

الفاظ اور اصطلاحات کی تشریح:

"بَطْشٌ" غصہ کرنا، سختی اور شدت کے ساتھ پکڑنا، کچلنا، اچانک حملہ کرنا، سخت سزا۔

"يُبْدِي" شروع کرتا ہے۔

"يُعِيدُ" دُہرائے گا۔

"الْوَدُودُ" محبت والا۔

"الْمَجِيدُ" شان و شوکت والا، عظمت و عزت والا۔

"الْجُنُودُ" جند کی جمع، سپاہی، فوج، اہلکار۔

"فِي تَكْذِيبٍ" جھوٹ میں ڈوبے ہوئے ہیں، ان کا کام انکار ہے۔

"مِنْ وَرَاءِ" پیچھے سے، ہر طرف سے۔

تفسیر:

اللہ تعالیٰ مشرکین کے عقاب اور عذاب کو بیان کرنے کے بعد سب سے پہلے مؤمنین کے انعامات بیان کرتا ہے، کیونکہ قرآن کریم مثنائی ہے، کفر اور ایمان کے دونوں پہلوؤں اور عذاب اور ثواب دونوں کے متعلق بحث کرتا ہے، جیسا کہ فرماتا ہے:

بیشک تمہارے پروردگار کی پکڑ بڑی سخت ہے (12)	إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝۱۲
---	------------------------------------

یعنی: یقیناً اللہ کا عذاب ان لوگوں پر جو اس کی نافرمانی کرتے ہیں، دوہرا، دگنا اور برداشت سے باہر ہے، اس کی سزا اتنی سخت ہے کہ کوئی آدمی اور کوئی چیز اس کے آگے نہیں ٹھہر سکتی، جب کسی کو پکڑتا ہے تو اس کو تباہ و برباد کر دیتا ہے، خصوصاً یہ ظالم اور جابر لوگ جن کا واقعہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

"بَطْشٌ" شدت اور سختی سے پکڑنا، چونکہ یہ لفظ خود شدت کا معنی دیتا ہے، پھر شدید اس کی صفت ہو تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ پکڑ سخت سے سخت تر ہے۔

وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ (زندہ) کریگا (13)	إِنَّهُ هُوَ يُبْدِي وَيُعِيدُ ﴿١٣﴾
---	-------------------------------------

لہذا جس میں شروع کرنے اور ڈہرانے کی صلاحیت ہو اس کا حملہ بھی شدید ہوتا ہے، حق تعالیٰ کی قدرت و قوت یہ ہے کہ انسان کو پہلی بار پیدا فرما کر وجود میں لایا اور بلاخر دوسری بار بھی زندہ کر کے لوٹائے گا، وہ عدم سے پیدا کرتا ہے اور ہڈیاں بوسیدہ ہونے کے باوجود زندہ کرتا ہے، وہ مارتا ہے اور دوبارہ زندہ کرتا ہے، اس نے پیدا کیا اور برابر کیا، پیدا کیا اور رہنمائی فرمائی ہے۔

یہ کہنا ضروری ہے کہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ پیدا کرنا اور دوبارہ بھیجنا رب عظیم کا ہمیشہ کا کام ہے، واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پیدا کرنے اور دوبارہ لوٹانے میں یکساں ہے۔

اور وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے (14)	وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ﴿١٤﴾
--	-----------------------------------

وہ ذات جو دشمنوں کی پکڑ پر قادر ہے، اپنے دوستوں کے گناہوں کو بخشنے والا بھی ہے، یعنی: رب تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کے گناہوں سے درگزر فرما کر انہیں چھپا دیتا ہے، ان کو ان گناہوں کی وجہ سے رسوا نہیں کرتا، گناہوں سے توبہ کرنے والے اور پشیمان ہونے والے کے لیے بہت زیادہ مہربان اور بخشنے والا ہے، کوتاہی کرنے والے کو معاف کرتا ہے، اسی طرح رجوع کرنے والے سے محبت رکھتا ہے۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ: جس طرح انسان اپنے بھائی سے محبت کرتا ہے، وہ اسی طرح محبت کرتا ہے اور ان کو خوشخبری دیتا ہے (قرطبی: 294/19)۔

مفسرین اس آیت مبارکہ کے اعجاز میں لکھتے ہیں:

خدا نے لفظ "ودود" کو لفظ "غفور" کے ساتھ اس لیے بیان فرمایا تاکہ اس بات کی دلیل ہو کہ گنہگار لوگ جب بھی اپنے رب کی طرف تائب ہو کر رجوع کریں تو ان کو بخشنے کے ساتھ ساتھ ان سے محبت بھی کرتا ہے، ایسا نہیں ہے جیسا کہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ: صرف ان کے گناہ بخشے جاتے ہیں، ان سے محبت نہیں کرتا یہ بات غلط ہے۔

بلکہ رب تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اُس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے، جس کا اونٹ اس کے کھانے سمیت کسی بیاباں میں گم ہوا ہو اور بندہ نا امید ہو کر موت کے انتظار میں کسی درخت کے سایہ میں لیٹا ہوا ہو لیکن اچانک آنکھ اٹھا کر دیکھے تو اس کا اونٹ اس کے سر پر کھڑا ہو، اس کا لگام ہاتھ میں پکڑ کر فرط جذبات اور خوشی کے عالم میں اپنا ہوش کھو بیٹھتا ہے اور غلطی سے کہتا ہے: "اے رب! تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہوں"، رب تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

دُو الْعَرْشِ الْمَجِيدِ ۱۵	عرش کا مالک بڑی شان والا (15)
-----------------------------	-------------------------------

حق تعالیٰ عظیم عرش کا مالک عالی شان اور عظمت والا ہے۔

"الْمَجِيدُ" یعنی اللہ تعالیٰ مجید ہے، اس کا مقام تمام مخلوقات کے درجہ اور مقام سے بلند ہے اور کمال و جلال کی تمام صفات سے متصف ہے، اللہ کی ذات عظیم اور اس کی صفات خوبصورت ہیں، اچھی صفات کا مالک ہے اور عظمت و جلال اس کے لیے خاص ہیں، تخلیق کے ساتھ ساتھ تمام تدبیریں اور حکم اس کے لیے ہیں۔

فَعَالَ لَهَا يُرِيدُ ۱۶	جو چاہتا ہے کر دیتا ہے (16)
--------------------------	-----------------------------

یعنی: خدا تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے کر گزرتا ہے، جو کچھ ارادہ فرمائے حکم دے دیتا ہے، اس کا حکم کوئی ٹال نہیں سکتا، اور جو کچھ کرتا ہے اس سے نہیں پوچھا جائیگا، اس کا فیصلہ کوئی رد نہیں کر سکتا، جو کچھ عطا کر دے کوئی نہیں روک سکتا، اور جب منع فرمائے تو کوئی دے نہیں سکتا، اس کی قدرت نافذ العمل ہے اور اس کی حکمت واضح، اللہ تعالیٰ کسی چیز پر مجبور نہیں ہے، اور نہ کوئی اسے مجبور کر سکتا ہے، جب چاہے گناہوں کو بخش دیتا ہے، اور جب چاہے عذاب دیتا ہے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: کوئی چیز اس کی مرضی اور ارادے سے باہر نہیں ہے۔ (قرطبی: 290/19)

ایک روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ مریض اور بستر مرگ پر تھے کہ، ان سے کہا گیا کہ کیا کسی طبیب نے آپ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، پوچھا گیا: کیسا تھا اور کیا کہا؟ جواب میں کہا: مجھ سے کہا: "إِنِّي فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ" میں جو چاہوں کرتا ہوں۔ (مختصر: 625/3)

بھلا تم کو لشکروں کا حال معلوم ہوا ہے (17)	هَلْ أَتَيْتَ حَدِيثَ الْجُنُودِ؟ ○
---	-------------------------------------

یعنی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو سرکش اور باغی اقوام کے قصوں سے باخبر کر دیں؟ وہ لوگ جو انبیاء کرام سے جنگ کرنے لگے تھے، زمین میں بہت زیادہ جرائم کیے تھے، اور اپنے حال پر بہت فخر کیا کرتے تھے، کیا تجھ تک ان کی خبر پہنچی ہے کہ رب کی طرف سے کیسی کیسی مصیبتیں ان پر آئیں؟ اور ان پر کیسا انتقام اور عذاب نازل ہوا؟

مفسر قرطبی فرماتے ہیں: اس موضوع کے بیان کرنے کا مقصد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے، اور یہ کہ قوم کی تکذیب اور جھٹلانے کے مقابلے میں صبر و تحمل اختیار کرنا چاہیئے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کرام نے صبر کیا تھا۔

فرعون اور ثمود کا (یعنی) (18)	فِرْعَوْنُ وَثَمُودَ ○
-------------------------------	------------------------

کہ فرعون اور ثمود بہت زیادہ فوج اور طاقت والے تھے، تیری قوم سے زیادہ بھی تھے اور طاقتور بھی، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے بدلے میں ان سے سخت انتقام لیا۔

فرعون ذوالاوتاد سے مراد وہ فرعون ہے جو "وتد" رکھتا تھا، یعنی میخ والا تھا، یہ اس کے لشکر کی کثرت سے کنایہ ہے، کیونکہ فرعون کے پاس بہت زیادہ افرادی قوت تھی، اور ثمود بھی جسمانی لحاظ سے بہت زیادہ مشہور تھے، (وَمَثُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَةَ بِالْوَادِ) (الفجر: 9) ترجمہ: "چٹانوں کو تراشتے اور اپنے لیے گھر بناتے تھے"، فرعون بڑے تکبر کے ساتھ غرور کی انتہاء کو پہنچ گیا، اسی طرح قوم ثمود جنہوں نے جھٹلانے میں حد سے زیادہ تجاوز کیا، لیکن خدا نے ان کے ساتھ کیا کیا؟ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ سب سے زیادہ لیس دستے اور فوجی قہر الہی کے سامنے بے حیثیت ہیں۔

فرعون: فرعون کا اصل لفظ: بڑے گھر کے معنی دیتا ہے، فرعون کسی خاص بادشاہ کا نام نہیں تھا، فراعنہ اپنے آپ کو خدا اور بشر کے درمیان ثالث سمجھتے تھے، فراعنہ نے موجودہ مصر کے آس پاس کی سرزمین پر 6000 سال قبل مسیح میں حکومت کی۔

لفظ فرعون (74) مرتبہ قرآن عظیم میں خاص طور پر بنی اسرائیل اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں ذکر ہوا ہے، فراعنہ کا مقام اور محل مصر کی سرزمین تھی۔

فرعون: طاغی، مسرف، عالی، ذوالاوتاد جیسے الفاظ سے متصف کر دیا گیا، اور اس کے شیطانی سیاست کو "کید" فرعون سے یاد کیا گیا ہے، فرعون ابتداء میں ربوبیت کا داعی تھا، "فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ" (النازعات: 24) **ترجمہ:** "کہنے لگا کہ تمہارا سب سے بڑا مالک میں ہوں"

پھر اس نے صرف اس صفت پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ آگے بڑھ کر ابوبیت کا دعویٰ بھی کر دیا: "وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرِي" (سورہ قصص: 38) **ترجمہ:** "اور فرعون نے کہا کہ اے اہل دربار میں تمہارا اپنے سوا کسی کو خدا نہیں جانتا"

فرعون بنی اسرائیل کا سخت دشمن تھا، ان کے نرینہ اولاد کو قتل کرتا تھا، اور ان کی لڑکیوں کو خدمت کے لیے زندہ رکھتا تھا۔ (سورہ اعراف: 141)

لیکن کافر (جان بوجھ کر) تکذیب میں (گرفتار) ہیں (19)	بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۝۱۹
--	---

کفار قریش نے جھٹلانے والوں کے انجام سے عبرت نہیں لی، بلکہ اپنی تکذیب جاری رکھی، پس کفار مکہ کا کفر اور سرکشی ان سرکشوں، باغیوں کے کفر و سرکشی سے زیادہ سخت ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں: ان کے نہ ماننے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان تک سابقہ قوموں کی خبریں نہیں پہنچی تھیں، اور وہ ان کی ہلاکت سے بے خبر تھے، بلکہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے انبیاء کرام کے لائے ہوئے پیغام کو جھٹلاتے تھے۔

اور خدا (بھی) ان کو گردا گرد سے
گھیرے ہوئے ہے (20)

وَاللّٰهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُخِيطٌ ۝۲۰

یعنی: اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر غالب اور قادر ہے، جب چاہے ان کو اپنے قبضہ قدرت میں لے سکتا ہے، اس کے دائرہ اقتدار سے باہر نکل کر اسے بے بس نہیں کر سکتے اس لیے ہر وقت اور ہر موقع پر اس کے حکم کے تابع ہونگے، اس کے دائرہ اقتدار سے باہر نہیں جاسکیں گے، فرار کا کوئی راستہ نہیں پائیں گے، (لفظ "وَرَائِهِمْ" یہ اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت اور ان لوگوں کی غفلت کی علامت ہے) اللہ تعالیٰ دیکھتا اور جانتا ہے کہ ان لوگوں نے کیا کیا اور کیا کر رہے ہیں، یہ آیت کافروں کے لیے سخت تنبیہ ہے کہ انہیں ضرور سزا ملے گی، اور یہ کہ سب کے سب براہ راست اس کی نگرانی میں ہیں، وہ پیچھے سے ان کا تعاقب کرتا ہے، جبکہ انہیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

(یہ کتاب ہزل و بطلان نہیں) بلکہ یہ قرآن
عظیم الشان ہے (21)

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۝۲۱

یہ قرآن جسے کفار نے جھٹلایا "قرآن مجید" ہے بہت ہی باعزت، با وقار اور ایک بابرکت کتاب، اور عظیم و کریم رہنماء ہے، اس لیے کہ بخشنے والا مہربان رب کا کلام ہے، جیسا کہ وہ لوگ کہتے ہیں مگر غلط کہتے ہیں یہ شعر اور کہانت نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو معجزات اور معنی کی درستی کے میدان میں دوسری مقدس آسمانی کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے، جی ہاں وہ الہی کتاب قرآن مجید ہے جو لوح محفوظ میں ہے۔

رب تعالیٰ اس آیت کریمہ کے ساتھ مشرکین کے دعوے جو کہتے تھے: قرآن جادو، شعر و شاعری ہے پہلوں کی کہانیاں ہیں، ردّ کر کے فرماتے ہیں: ایسا نہیں ہے جیسا کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں بلکہ یہ قرآن نہایت ہی محترم اور لوح محفوظ ہے جو شیاطین کے دسترس سے محفوظ و مامون ہے، کبھی بھی شیاطین یا غیر شیاطین نے اس کو ہاتھ نہیں لگایا ہے اور نہ اس کے قریب ہوئے ہیں۔

قرآن کریم کے لیے لفظ "مقدس" کا استعمال:

قرآن کریم کو لفظ "مقدس" سے توصیف کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، کیونکہ تقدس اور تقدیس بہ معنی تطہیر کے ہیں، اور قدس لغت عرب میں طہارت کے معنی میں ہے۔

آزھری نے کہا: "الْقُدُّوسُ" اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے، یعنی تمام عیوب اور نقائص سے پاک اور منزہ، اور تقدیس: یعنی "تطہیر" اور تقدس: یعنی "تطہر"۔ (مراجعہ فرمائیں: لسان العرب: 168/6-169)

ابن جریر طبری فرماتے ہیں: تقدیس وہی تطہیر اور تعظیم ہے، بشمول اس قول کے: "سبوح قدوس" اس سے مراد یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ پاک اور منزہ ہے، اور "قدوس" کے معنی ہے: طہارت، پاکی اور تعظیم خدا کے لیے، اسی لیے زمین کے لیے کہا گیا: "ارض مقدسه" یعنی پاک زمین۔ (تفسیر الطبری: 475/1)

البتہ بہتر و افضل یہی ہے کہ ہم قرآن کریم کی ہی صفات بیان کریں جو رب تعالیٰ نے اس کے لیے بیان کی ہیں، جیسا کہ وہ فرماتے ہیں: (الزَّكَاةُ ۝ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُّبِينٍ ۝) (الحجر: 1) ترجمہ: "الزَّيْه (خدا کی) کتاب اور قرآن روشن کی آیتیں ہیں"

(وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْبُحُرَيْنِ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۝۸۷) (الحجر: 87) ترجمہ: "اور ہم نے تم کو سات (آیتیں) جو (نماز میں) دُہرا کر پڑھی جاتی ہیں (یعنی سورہ الحمد) اور عظمت والا قرآن عطا فرمایا ہے"

(بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۝۲۱) (بروج: 21) ترجمہ: "(یہ کتاب ہزل و بطلان نہیں) بلکہ یہ قرآن عظیم الشان ہے"

اس کے علاوہ قرآن کے لیے لفظ "مقدس قرآن" لقب کی اصطلاح کے طور پر استعمال نہیں ہوا ہے، کیونکہ ہم اس عبارت کو کہتے ہوئے اپنے آپ کو نصاریٰ کے مشابہ بنالیتے ہیں کہ وہ اپنے تحریف شدہ کو "کتاب مقدس" یا "انجیل مقدس" کہتے ہیں، اگر کوئی پوچھے: کیا تمہاری کتاب مقدس نہیں ہے؟ ہم کہیں گے: جی ہاں ہماری کتاب کسی بھی دوسری کتاب سے زیادہ مقدس اور مطہر ہے، لیکن ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب کا ذکر کرتے ہوئے اس لفظ "کتاب مقدس" یا "قرآن مقدس" کا اطلاق نہیں کرتے کیونکہ یہ کہتے ہوئے ہم اپنے آپ کو نصاریٰ کے مشابہ بنائیں گے، اگرچہ قرآن کریم کو آپ "مقدس" اور "مطہر" سے توصیف کر سکتے ہیں، لیکن قرآن کریم کا نام لیتے ہوئے ہم اس کا وہی نام لیں گے جس طرح خدا تعالیٰ نے نام لیا ہے، "قرآن کریم" یا "قرآن مجید"۔

لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) (22)

فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۝۲۱

قرآن عظیم کو ایک محفوظ تختی "لوح محفوظ" میں رکھا گیا ہے، اور وہاں سے اسے کسی بھی قسم کی تبدیلی، تغیر، اضافے اور شیطانوں کی طرف سے پیرا پیری اور خناسوں کے چوری سے محفوظ رکھا گیا ہے، اور یہ وہ تختی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو لکھ کر محفوظ کیا ہے۔

یہ قرآن کریم کی عظمت و اہمیت اور بلند مقام پر دلالت کرتی ہے، قرآن کریم غلطیوں سے پاک اور منزہ ہے، اور اس سے کافی بلند ہے کہ اس میں کوئی غلطی واقع ہو، کیونکہ یہ پروردگار عالم کی طرف سے آیا ہے، اس کے بہترین رہنما اصول اور معجزات ضرور عمل میں آئیں گے، اگر سارے دنیا والے بھی یکجا ہو کر اس کو ختم کرنا چاہیں، کبھی بھی نہیں کرسکیں گے رب تعالیٰ بھی تعریفوں اور عظمتوں والا ہے اور اس کی کتاب بھی۔

لوح محفوظ:

لوح محفوظ کے متعلق مفسرین کرام نے مختلف تفسیریں لکھی ہیں، لیکن یہ سمجھنا چاہئیے کہ اس کی کیفیت واضح نہیں ہے، ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ کائنات میں جو کچھ ہوا یا ہوگا وہ سب اس میں لکھا ہوا ہے، حتیٰ کہ قرآن مجید بھی اس میں درج ہے، ایسا لوح محفوظ ہے جو شیطان کے دست رس سے محفوظ و مامون ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہے: "بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ" بلکہ یہ وہ قرآن ہے جس کے معنی اور مفہیم عظیم اور بہت سے ہیں، اس میں بہت زیادہ علم اور خیر کثیر ہے۔

"فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ" لوح محفوظ میں اس کی جگہ ہے، اور ہر تغیر و تبدیل اور کمی بیشی اور شیطانوں سے محفوظ ہے، ایک ایسی تختی ہے جس میں رب تعالیٰ نے ہر چیز کو محفوظ کر رکھا ہے، یہ قرآن کریم کی اہمیت و عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ (تفسیر سعدی)

امام بخاریؒ اپنی صحیح میں عمران بن حصین سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَكُتِبَ فِي الذِّكْرِ كُلِّ شَيْءٍ وَخَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ) (بخاری) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا وجود تھا، اس کے علاوہ کسی بھی چیز کا وجود نہیں تھا، خدا کا عرش پانی کے اوپر ہے، اور تمام کائنات کی تقدیر لوح محفوظ میں لکھدی، زمین اور آسمان کو پیدا کیا۔

آدم علیہ السلام سے پیغمبر اسلام تک انبیاء کا تسلسل:

قرآن کریم میں صرف 20 پیغمبروں کا ذکر ہے، اس فرمان الہی میں ان میں سے 18 کے نام مذکور ہیں: (وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ۖ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝۸۳ ۖ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۗ كُلًّا هَدَيْنَا ۗ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۗ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝۸۴ ۖ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِيلِيَّاسَ ۗ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝۸۵ ۖ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۗ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ۝۸۶) (سورہ انعام: 83-86) **ترجمہ:** "اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کر دیتے ہیں۔ بیشک تمہارا پروردگار دانا اور باخبر ہے۔ اور ہم نے اس (ابراہیم) کو اسحاق اور یعقوب بخشے۔ (اور) سب کو ہدایت دی۔ اور پہلے نوح کو بھی ہدایت دی تھی اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو بھی۔ اور ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور زکریا علیہ السلام اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی یہ سب نیکو کار تھے۔ اور اسمعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو بھی۔ اور ان سب کو جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی۔"

اور ان کے علاوہ کا ذکر قرآن کریم کے دوسرے مقامات پر آیا ہے جیسے: ہود، صالح، شعیب، آدم، ادریس، اور ذوالکفل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۝۶۰) (سورہ اعراف: 60)

ترجمہ: "اور (اسی طرح) قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا"

(وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۝۷۰) (سورہ اعراف: 73) **ترجمہ:** "اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا"

(وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۝۸۰) (سورہ اعراف: 85) **ترجمہ:** "اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا"

(إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا) (سورہ آل عمران: 33)

(وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ ۗ كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ ۝۸۵) (سورہ انبیاء: 85) **ترجمہ:** "اور اسمعیل اور ادریس اور ذوالکفل (کو بھی یاد کرو) یہ سب صبر کرنے والے تھے"

اور فرماتے ہیں: (مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۝ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ) (سورہ فتح: 29)

ترجمہ: "محمدؐ خدا کے پیغمبر ہے۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل"

وہ انبیاء کرام جن کے اسماء گرامی زمانہ کی ترتیب کے لحاظ سے ہم پر واضح نہیں وہ یہ ہیں: آدم، ادریس، نوح، ہود، صالح، ابراہیم، لوط، اسماعیل، شعیب، موسیٰ، ہارون، یونس، داؤد، سلیمان، الیاس، الیسع، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، ذوالکفل، اور سب کے سردار محمد علیہم الصلاة والسلام، اس میں کوئی شک نہیں کہ پیغمبروں کی تعداد اس سے زیادہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے نام اور واقعات کا ہم سے ذکر نہیں فرمایا۔

جیسا کہ فرماتا ہے: (وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۝) (سورہ النساء: 164) ترجمہ: "اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات ہم تم سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات تم سے بیان نہیں کئے"

اور فرماتے ہیں: (وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۝) (سورہ عافر: 78) ترجمہ: "اور ہم نے تم سے پہلے (بہت سے) پیغمبر بھیجے۔ ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جن کے حالات تم سے بیان کر دیئے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات بیان نہیں کئے۔"

بعض علماء کہتے ہیں کہ انبیاء کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار (124000) تھی۔

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبي الكريم

**Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library**